سید تقی رضا بلگرامی

علامہ میر سید محمد شاعر بلگرامی

علامہ میر سید محمد شاعر بلگرامی خلف الصدق علامہ بے عدیل میر عبدالجلیل واسطی بلگرامی کی ولادت بعد نمازِ ظہر شنبہ کے روز ۱۳ ربیع الاول ۱۱۰۱ھ / ۱۶۸۹ء کو بلگرام کے محلہ میدان پورہ میں ہوئی۔ ان کا سلسلۂ نسب سید علی عراقی سے ہوکر زید شہید بن امام زین العابدین بن حضرت حسین رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ انھوں نے کتبِ درسی استاد المحققین میر طفیل محمد بلگرامی[1] (وفات ۲۴ ذی الحجہ ۱۱۵۱ھ / ۱۷۳۸ء) سے پڑھیں اور دوسرے تمام علوم اپنے والد ماجد سے حاصل کیے اور ان کے کمالات علمی کے آئینہ دار ہوئے۔ علامہ شاعر بلگرامی کے نانا سید مرتضیٰ بن سید فیروز بن میر عبدالواحد[2] شاہدی بلگرامی متقی اور صاحب مرتاض تھے اور علمی حیثیت سے بھی بلند مرتبہ رکھتے تھے۔ علم ان کے گھرانے کی میراث تھا۔ سید مرتضیٰ کے جد میر عبدالواحد بلگرامی بہت ذی علم اور متعدد کتابوں کے مصنف تھے جن میں "شرح الکافیہ[3] فی التصوف"، "شرحِ نزہۃ الارواح[4]" اور

---

[1] میر طفیل محمد بلگرامی بن سید شکر اللہ الحسینی اترولوی، ۷ ذی الحجہ ۱۰۷۳ھ کو اترولی میں پیدا ہوئے۔ اترولی نواحِ آگرہ میں ایک قصبہ ہے۔ ۱۰۸۸ھ میں تحصیلِ علم کی خاطر بلگرام آئے اور یہیں متوطن ہو گئے۔ ۲۴ ذی الحجہ ۱۱۵۱ھ کو بلگرام میں وفات پائی اور پائین قبر علامہ میر عبدالجلیل واسطی بلگرامی دفن ہوئے۔

[2] میر عبدالواحد شاہدی بلگرامی، بقول صاحبِ "تبصرۃ الناظرین" درویش کامل و صاحب حال و فضیلت تھے۔ ستّر سال سے زیادہ عمر پائی اور جمعہ ۳ رمضان المبارک ۱۰۱۷ھ کو بلگرام میں وفات پائی۔ مفتی محمد میاں قنوجی نے تاریخ وفات کہی ؂

چو رفت واحد صوری و معنوی گفتم　　　　ہزار و ہفدہ و شب جمعہ ماہ صوم سوم

[3] عربی نحو کی کتاب "الکافیہ" مؤلفہ علامہ جمال الدین ابو عمرو عثمان بن عمر المعروف بہ ابن الحاجب المالکی (وفات ۶۴۶ھ / ۱۲۴۹ء) کی شرح حقائق و تصوف کے بیان میں ہے۔ میر بلگرامی نے یہ شرح ۹۷۰ھ / ۱۵۶۲ء میں لکھی۔

[4] "نزہۃ الارواح" مؤلفہ فخر السادات سید حسین بن محمد المعروف بہ امیر حسینی غزنوی (وفات ۷۱۷ھ / ۱۳۱۷ء) کی تصوف و سلوک میں نہایت مبسوط شرح ہے جو ۹۸۵ھ میں تالیف ہوئی۔ اس شرح کے متعلق پروفیسر ڈاکٹر محمد ایوب قادری صاحب لکھتے ہیں کہ "میر بلگرامی نے اپنے تبحرِ علمی سے ان رموز و اشارات کی (جو متن کتاب میں امیر حسینی غزنوی نے بیان کیے ہیں) توضیح اور حقائق و معارف کی تشریح میں خوب داد دی ہے۔"

"سبع سنابل"[۵۵] نہایت وقیع اور مشہور ہیں۔ گویا شاعر بلگرامی کا ننہال اور دادیہال دونوں گھرانے معادن علم و فضل تھے، اس لیے فضائلِ علوم میں ان کو دوسرا حصہ ملا اور انھوں نے خود کو فضائل و کمالاتِ علمی خصوصاً عربیت، لغت و محاضرات میں اس منزل پر پہنچایا کہ ہم عصروں میں کوئی سبقت نہ لے جا سکا۔

شاعر بلگرامی کی شادی ۱۱۱۷ھ / ۱۷۰۵ء میں ہوئی جب کہ ان کی عمر تقریباً ۱۷ سال تھی۔ گھسیٹے بھاٹ بلگرامی نے اس شادی سے متعلق ایک قطعہ ہندی میں نظم کیا تھا جس کا آخری مصرع صنعت صوری و معنوی میں ہے اور سنہ کدخدائی برآمد ہوتا ہے۔ قطعہ یہ ہے[۵۶]

میر جلیل کے نند کو بیاہ سب کے ہردے بھیو اُماہ
بے تاریخھ کے برن سال سن گیارہ سے سترہ ہال

علامہ میر عبد الجلیل بلگرامی جو سرکار بھکر اور سرکار سیوستان (سندھ) کی بخشی گری، وقائع نویسی اور سوانح نگاری کی خدمات پر ۱۱۱۶ھ / ۱۷۰۴ء (عہد سلطان اورنگ زیب عالم گیر) سے مامور تھے، ۱۱۳۱ھ / ۱۷۱۹ء میں جب کہ محمد فرخ سیر بادشاہ کا عہد حکومت تھا مستعفی ہو گئے اور ان خدمات پر اپنے فرزند سید محمد شاعر بلگرامی کی تقرری کا فرمان بادشاہ سے حاصل کیا۔ علامہ عبد الجلیل بلگرامی ۱۱۲۶ھ / ۱۷۱۴ء سے دہلی میں مقیم تھے اور ان کی جگہ سید نوح بن سید عبد العزیز بلگرامی نیابتاً فرائض خدمات بجا لاتے رہے۔ سید محمد شاعر بلگرامی ۱۱۳۳ھ / ۱۷۲۱ء میں اپنے مستقر بھکر پہنچے اور مفوضہ خدمات کو تدین اور حسنِ معاملت کے ساتھ آخر وقت تک بجا لائے۔ ۱۱۴۲ھ (۱۷۲۹ء) میں انھوں نے اپنے بھانجے علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی کو بلگرام سے بلوایا۔ چنانچہ وہ ذی الحجہ ۱۱۴۲ھ کو بلگرام سے روانہ ہوئے اور دہلی، لاہور اور ملتان ہوتے ہوئے ربیع الاول ۱۱۴۳ھ میں سیوستان پہنچے۔

علامہ شاعر بلگرامی، میر غلام علی آزاد بلگرامی کو اپنا قائم مقام بنا کر بلگرام تشریف لے گئے اور کچھ عرصہ وطن میں گزارنے کے بعد بعض معاملاتِ سرکاری کو طے کرنے کی غرض سے دہلی گئے اور وہاں سے ۱۱۴۷ھ / ۱۷۳۴ء میں سیوستان واپس ہوئے اور آزاد بلگرامی کو وسط ۱۱۴۷ھ / ۱۷۳۴ء میں بلگرام جانے کی اجازت دی۔

---

۵۵ "سبع سنابل" میں تصوف و سلوک کے اہم اور بنیادی نکات نیز شریعت و طریقت کے تعلق کو بیان کیا ہے اور واضح طور پر بتایا ہے کہ طریقت میں شریعت کی پابندی لازمی ہے۔ یہ کتاب سات سنبلوں (ابواب) پر مشتمل ہے اور ۹۶۹ھ کی تالیف ہے۔

۵۶ کشکول قلمی میر سید محمد شاعر بلگرامی ص ۳۰ مملوکہ سید مجتبیٰ احسن نوگانوی مقیم کراچی۔

علامہ میر سید محمد شاعر بلگرامی

ذی قعدہ ۱۱۵۳ھ / ۱۷۴۰ء میں جب نادر شاہ (اصلی نام نذر قلی فرخلو بن امام قلی افشار) نے سندھ پر حملہ کیا اور اس ملک پر قابض ہوگیا اور ملک کی حالت قدیم نظم و نسق پر باقی نہیں رہی تو آپ اس قدر دل برداشتہ ہوئے کہ سندھ میں مزید قیام ممکن نہ ہو سکا اگرچہ خدایار خاں[57] اور دوسرے امرائے سندھ نے اعزاز و اکرام کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا اور انہیں روکنے کی تمام کوششیں کیں لیکن شاعر بلگرامی نے کسی نہ کسی طرح ان کو راضی کر لیا اور ۲۵ رمضان المبارک ۱۱۵۵ھ / ۱۷۴۲ء کو سیوستان سے روانہ ہو کر ۲۷ محرم ۱۱۵۶ھ / ۱۷۴۳ء یعنی چار ماہ اور دو یوم کے بعد بلگرام پہنچے اور اس طرح اس بلگرامی خانوادے کا تعلق سندھ سے جو ۱۱۱۶ھ (۱۷۰۴ء) میں شروع ہوا تھا، وہ ۱۱۵۵ھ (۱۷۴۲ء) میں منقرض ہوگیا۔ علامہ آزاد بلگرامی سے اس کی تفصیل سنیے۔ وہ لکھتے ہیں :

" مخفی نماند کہ در سن ستہ و عشر و مأتہ و الف سال تولد راقم الحروف خدمات بھکر و سیوستان از درگاہ خلد مکاں (اورنگ زیب عالم گیر) بہ علامہ مرحوم تعلق گرفت۔ چند کس از خاندانِ ما اصالتاً و نیابتاً برین خدمات قیام نمودند۔ ابتدأ علامہ مرحوم خود در بھکر نشستند و سید محمد اشرف بن سید عبدالعزیز بلگرامی را کہ بہ شرف مصاہرت والا اختصاص داشت در سیوستان نائب کردند۔ بعد چندے میر محمد اشرف رخصت وطن فرمودند و میر کرم اللہ عم سید معین الدین، عم زادۂ خود را نیابت سیوستان تفویض نمودند تا آنکہ عزل خدمات پیش آمد۔ علامہ مرحوم خود را بہ حضور خلافت رسانیدند و خدمات را بدستور سابق بحال ساختند و شیخ محمد رضا بھکری را نوشتند کہ خدمات را سرانجام دہد و عقب آں سید محمد نوح والد مؤلف اوراق را روانہ نمودند۔ والد فقیر قریب ہفت سال بہ نیابت بھکر و سیوستان پرداختند و چوں خدمات بنام سید محمد مقرر شد، ایشاں در آں جا تشریف فرمودند و حضرت والد بہ وطن معاودت نمودند و چند سال کاتب الحروف نیابت خان صاحب اقبال خود بجا آورد و نوعے کہ گزارش یافت۔ بعد چہل سال نیرنگی روزگار آخور دودمانِ ما از ملک سندھ برگرفت و علاقہ بالکل منقطع گردید۔ ذالک تقدیر العزیز العلیم۔"[58]

علامہ میر سید محمد شاعر بلگرامی ظاہری و باطنی فضائل اور اچھے خصائل و شمائل سے ممتاز تھے نیز ہر

---

[57] یار محمد بن نصیر محمد بن الیاس بن داؤد بن آدم کلہوڑا۔ لقب خدایار خاں۔ وفات ۱۱۳۱ھ / ۱۷۱۹ء

[58] مآثر الکرام، ص ۲۴۲، ۲۴۳

باطن کی یک رنگی اور صدق و صفا کی پاکیزگی نیز سخاوت و عالی ہمتی کی عمدہ صفات اُن میں بدرجۂ اُتم موجود تھیں۔ آپ سید العارفین سید لطف اللہ عرف شاہ لدھا بلگرامی قدس سرہٗ (وفات ۱۱۴۳ھ/۱۷۳۰ء) بن سید کرم اللہ (وفات ۱۲ رجب ۱۱۰۳ھ) کے مرید تھے۔ آپ اپنا زیادہ تر وقت عبادتِ الٰہی اور مطالعۂ کتب میں صرف فرماتے تھے۔ خصوصاً کتب حقائق مثل فتوحاتِ[۹] مکیہ اکثر آپ کے زیرِ مطالعہ رہتی تھیں۔ شاعر بلگرامی کو عربی، فارسی اور ہندی زبانوں پر عبور حاصل تھا اور ان زبانوں کے اشعار کثرت سے حافظے میں موجود رکھتے اور ان تینوں زبانوں میں شعر کہنے کی قدرت بھی حاصل تھی۔ آپ کا دیوان مرتب ہے۔ نمونۂ کلام یہ ہے:

دل درخم گیسوئے نگار است بہ بیند در دام محبت چہ شکار است بہ بیند

شب کہ در بزم وصالش صحبت مستانہ بود دستِ من در زلف مشکینش بجائے شانہ بود

محتسب سرشار و زاہد بے خبر کس بہ دور چشم تو ہشیار نیست

کے نماید سرو موزوں در نظر قامتے داد دلے رفتار نیست

طفل راہ حقیقتم شاعر گرچہ ہشتاد و دو است سال جہاں

شاعر بلگرامی کی دو رباعیاں جو صنف مستزاد میں ہیں ان کی کشکول[۱۰] (قلمی) سے ذیل میں نقل کی جاتی ہیں:

۱۔ اے ذات تو در کشور می گوئی طاق آرے بخدا
ہستیم بدیدار شریفت مشتاق چوں تشنہ بمار
تا کے زغم فراق محزوں باشند یاران شما
زیں پس مپسند دوستاں را بفراق برخیز و بیا

۲۔ مائیم و دو سہ حریف میخوارہ و مست با صدق و صفا
داریم شراب لالہ گوں برکف دست موقوف شما
اسباب طرب جملہ مہیا داریم از دولت تو
دیدار تو می باید باقی ہمہ ہست برخیز و بیا

۹۔ مؤلفہ قطب الدین دمشقی

۱۰۔ کشکول قلمی شاعر بلگرامی ص ۴۴ مملوکہ سید مجتبیٰ حسن بن حکیم سید مظفر حسین مرحوم

شاعر بلگرامی اپنے وطن (بلگرام) کی تعریف میں اس طرح رطب اللساں ہیں[۱۱۱] :

سیر باید کرد نو بہار بلگرام — بر زمرد ناز دارد سبزہ زار بلگرام
ہر نفس عطر گلستان یمن بو می دہد — خوش دماغاں از نسیم مشک بار بلگرام
اہل معنیٰ کسب انواز سعادت می کشند — از سواد اعظم دولت مدار بلگرام
علطف از فردوس می ساز دعنان دیدہ را — چشم بینائی کہ می گردد دوچار بلگرام
شش جہت تنگ است بر جولان رخش ہمش — بر فراز عرش ناز د شہسوار بلگرام
خواجۂ کامل عماد الدین قطب الاولیا — حلقۂ باب حریم او حصار بلگرام
از ورود موکب این خسرو عالی جناب — سرمۂ چشم ملک باشد غبار بلگرام
آستان اشرف او بوسہ گاہ آسماں — بارگاہ اقدس او افتخار بلگرام
یاد ہندوستاں کجا از خاطر طوطی رود — می کند شاعر بجا وصف دیار بلگرام

علامہ شاعر بلگرامی نے ۱۱۵۵ھ میں کتاب "مستطرف" پر جو آداب و مواعظ میں مولانا شہاب الدین محمد (وفات ۸۵۰ھ/ ۱۴۴۶ء) بن احمد ابو الفتح کی بے نظیر تالیف ہے، حمد و صلوٰۃ دیباچہ بزبان عربی مخصوص انداز میں تحریر فرمایا۔ علاوہ ازیں آپ کی تصنیف "تبصرۃ الناظرین" عمدہ یادگار ہے، اس کتاب میں شاعر بلگرامی نے بعض بزرگان بلگرام خصوصاً ان اشخاص کا جو ۱۱۰۰ھ سے قبل گزرے ہیں، ترجمہ لکھا ہے اور ۱۱۰۱ھ/۱۶۸۹ء سے ۱۱۸۲ھ/۱۷۶۸ء تک سلاطین اور ہندوستان کے امرا نیز دوسری اہم شخصیتوں کے حالات بالتزام لکھے ہیں۔ اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ خاص شاعر بلگرامی کے ہاتھ کا لکھا ہوا سید علی اصغر صاحب بلگرامی کمشنر اورنگ آباد (دکن) کے کتاب خانے میں موجود ہے[۱۱۲]

علامہ شاعر بلگرامی کا انتقال ۱۱۸۵ھ / ۱۷۷۱ء میں شب شنبہ ۸ شعبان کو بلگرام میں ہوا اور اپنے والد ماجد و جد امجد کے قریب اپنے آبائی باغ موسومہ "باغ محمود" میں آسودہ تراب ہیں۔ علامہ آزاد بلگرامی نے تاریخ وفات کہی[۱۱۳] : ؎ رفت قدسی جہاں سید محمد از جہاں ؟
۱۱۸۵ھ

---

[۱۱۱] مآثر الکرام، ص ۱۱
[۱۱۲] "فارسی بلگرام" ص ۲۵
[۱۱۳] خزانہ عامرہ ص ۲۲۷ آزاد بلگرامی

طب العرب :

ایڈورڈ جی براؤن

ترجمہ : حکیم سید علی احمد نیر واسطی

فاضل مستشرق ایڈورڈ جی براؤن نے لندن کے رائل کالج آف فزیشنز میں ۱۹۱۹ء اور ۱۹۲۰ء میں طب عربی پر چار خطبات دیے جو بعد میں عربین میڈیسن کے نام سے کتابی صورت میں شائع ہوئے۔ پروفیسر براؤن نے اپنے ان چار خطبات کے ذریعے طبی ادب، عربی علم طب اور تاریخ علم پر بڑا احسان کیا ہے۔ یہ خطبات علمی دنیا میں بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے گئے اور یورپ کی کئی زبانوں میں ان کے ترجمے بھی شائع ہوئے۔ حکیم سید علی احمد نیر واسطی نے اس مجموعۂ خطبات کا انگریزی سے سلیس اور بامحاورہ اردو ترجمہ کیا اور جا بجا اپنی جانب سے مفید تشریحات اور علمی، فنی و تاریخی تنقیدات کا اضافہ کیا۔ اپنی تشریحات و تنقیدات میں فاضل مترجم نے نہایت قابلیت کے ساتھ جا بجا پروفیسر براؤن کے بیانات کی محققانہ تشریح و توضیح کی ہے۔

صفحات ۵۵۲ قیمت ۳۰ روپے

ارمغانِ حالی

پروفیسر حمید احمد خاں

شمس العلما مولانا الطاف حسین حالی اپنے دور کی عظیم شخصیت تھے۔ ان کی شہرت کا اصل باعث اگرچہ ان کی نظم کو قرار دیا جاتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ ان کو نظم و نثر دونوں اصنافِ سخن پر عبور حاصل تھا۔ چنانچہ نظم کی طرح ان کا حصۂ نثر بھی بڑا جان دار اور بہت سے موضوعات کو محیط ہے۔ وہ سوانح نگار بھی تھے اور ناقد بھی، مفکر بھی تھے اور مصلح بھی۔ انھوں نے اصلاحی، تعمیری، اخلاقی، تعلیمی اور معاشرتی وغیرہ مسائل سے متعلق متعدد مضامین سپرد قلم کیے۔ یہ کتاب جو "ارمغانِ حالی" کے نام سے موسوم ہے، ان کے نظم و نثر کا قابلِ مطالعہ انتخاب ہے۔ کتاب میں حالی کے حالات و سوانح بھی مناسب تفصیل سے تحریر کیے گئے ہیں۔

صفحات ۲۶۱ قیمت ۱۸ روپے

ملنے کا پتا : ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور